آنحضورصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام صادق حضرت مسیح موعودؑ کی غریب پروری اور جُودوسخا کا ایمان افروز تذکرہ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 26/جون 2026ء (26/احسان 1405 ہش) بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، یوکے

تشہد، تعوذ، سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہمیں غریب پروری اور جود وسخا کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ آپؑ کے دعویٰ کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ آپؑ کی زندگی کے ابتدائی حصے اور جوانی کی عمر میں بھی ہمیں آپؑ کے اعلیٰ اخلاق کے واقعات ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی جس ماں کی گود میں پرورش فرمائی، ان کی زندگی کو بھی ہم دیکھتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں غریب پروری اور جُودوسخا کے واقعات ملتے ہیں گویا آپؑ نے ایک ایسی ماں کی گود میں پرورش پائی جنہوں نے آپؑ کو اعلیٰ اخلاق بھی سکھائے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مائی چراغ صاحبہ یعنی والدہ ماجدہ حضرت اقدس علیہ السلام کا خاندان موضع آئمہ ضلع ہوشیارپور میں ایک معزز اور صحیح مغل خاندان تھا۔ آپ کی طبیعت میں جُودوسخا اور مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک عفت وعصمت کی دیوی خاتون میں جو صفات عالیہ ہونی چاہئیں وہ آپ میں موجود تھیں۔ وہ ہمیشہ بشاش اور متین حالت میں رہتی تھیں۔ مہمان نوازی کے لیے ان کے دل میں نہایت جوش اور سینے میں وسعت تھی۔ اگر اُن کو اطلاع ملتی کہ چار آدمیوں کے لیے کھانا بھیجیں تو جب کھانا جاتا تو آٹھ سے بھی سے زائد لوگوں کے لیے ہوتا۔ اپنے شہر کے غرباء اور ضعفاء کا خصوصیت سے خیال رکھتی تھیں اور ان کے معمولات میں ایک یہ خاص بات تھی کہ غرباء کے مُردوں کو کفن اُن کے ہاں سے ملتا۔

حضرت میاں اللہ یار صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضورؑ سیالکوٹ میں ملازم تھے ایک دفعہ حضورؑ کے لیے حضورؑ کی والدہ نے دو پوشاکیں یعنی کپڑے اور کچھ پنیاں ایک شخص منگل حجام کے ساتھ روانہ کیں۔(وہ کہتا ہے) جب مَیں یہ چیزیں لے کر سیالکوٹ گیا اور حضورؑ کے آگے رکھ دیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو تیرے حصے میں آتا ہے تم لے لو اور جو میرا حصہ ہے مجھے دے دو۔ مَیں نے کہا کہ حضور! یہ آپ کے لیے ہیں۔ والدہ نے آپ کے لیے بھیجی ہیں۔ فرمایا کہ تم ساری چیزیں اتنی دور اٹھا کر لائے ہو تو اپنا نصف حصہ ضرور لے لو۔ خیر مجھے ایک پوشاک اور کچھ پنیاں دے دیں اور فرمایا کہ اماں جان کو جا کر کہنا کہ مجھے یہاں سے جلد واپس منگوا لیں میرا دل یہاں نہیں لگتا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبؑ سیالکوٹ میں مقیم تھے وہ گھر میں کسی سے نہیں ملتے تھے اور جو تنخواہ مرزا صاحبؑ کو ملتی تھی وہ محتاجوں میں تقسیم کر دیتے، کپڑے بنوا دیتے یا نقد دے دیتے اور اپنے لیے صرف کھانے کا خرچ رکھ لیتے۔

ابتدائی زمانہ میں چونکہ آپؑ گوشہ نشین رہتے تھے اور یہی آپؑ کا رجحان تھا اس لیے اس قسم کے اخلاق کا ظہور بہت مخفی طور پر ہوتا تھا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے آپؑ کو پبلک میں نکالا اور لوگوں کی آمد کثرت سے ہونے لگی اور آپؑ کے حالات پبلک ہونے لگے تو ان واقعات کو دیکھنے والے اور بیان کرنے والے بھی پیدا ہو گئے۔ آپؑ سائل کو کبھی رد نہ کرتے۔

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایسا ہوا کہ نماز عصر کے بعد آپؑ اٹھے اور مسجد کی کھڑکی میں اندر جانے کے لیے پاؤں رکھا۔ اتنے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ مَیں سوالی ہوں۔ حضرتؑ کو اس وقت کوئی ضروری کام بھی تھا اور کچھ اس کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں مل جل گئی تھی۔ آپؑ اندر چلے گئے تو وہی دھیمی آواز نے آپؑ کے قلب پر نمایاں اثر کیا۔ آپؑ نے خلیفہ نور الدین صاحبؓ کو آواز دی کہ ایک سائل تھا اس کو دیکھو۔ مگر وہ ڈھونڈنے سے نہ ملا۔ شام کو نماز کے بعد آپؑ دوبارہ بیٹھے تو وہی سوالی پھر آ گیا اور سوال کیا۔ حضرتؑ نے بہت جلدی سے جیب سے کچھ نکالا اور اس کے ہاتھ میں رکھ دیا اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپؑ ایسے خوش ہوئے ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اوپر سے اتر گیا۔

قادیان سے چھ میل کے فاصلے پر سٹھیالی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ وہاں سے ایک جٹ فقیر آیا کرتا تھا۔ وہ مسجد مبارک کی چھت کے نیچے آ کر کھڑکی کے پاس آواز لگایا کرتا تھا۔ غلام احمد! ایک روپیہ لینا ہے۔ اور وہاں بیٹھ جاتا تھا۔ اگر حضرت صاحبؑ مصروف ہوں تو ہر تھوڑی دیر کے بعد آوازیں لگاتا۔ اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتا۔ اگر حضرت اقدسؑ کو معلوم ہو جاتا کہ کسی نے اس سے کچھ کہا ہے تو آپؑ ناپسند فرماتے اور ہنستے ہوئے اس کو روپیہ دے دیا کرتے تھے۔

۱۹۰۵ میں حضورؑ آخری مرتبہ دہلی تشریف لے گئے۔ ایک روز آپؑ دہلی کے مزارات وغیرہ پر جانے کے ارادے سے

نکلے۔کسی نے بیان کیا کہ حضورؑ!اس طرف راستہ میں اس قدر گداگر ہوتے ہیں کہ گزرنا مشکل ہوجاتا ہے۔آپؑ نے فرمایا: آج ہم چلتے ہیں۔ہم سب کو دیں گے۔اس روز اتنے سوالی تو نہ ملے جتنا سنا تھا تاہم بعض ملے اور ہر ایک نے اپنا سوال کا جواب عملی طور پر حاصل کیا۔

حضرت حافظ احمد اللہ صاحب ناگپوریؓ کہتے ہیں کہ ایک دن حضورؑ گول کمرے میں تشریف فرما تھے۔تقریباً ۲۰ یا ۲۵/لوگ وہاں موجود تھے۔حضورؑ کچھ تقریر فرمارہے تھے کہ ایک فقیر آیا اور زور سے سوال کیا۔کہتے ہیں مجھے بڑا ناگوار معلوم ہوا کہ حضورؑ کی آواز میں مخل ہوتا ہے۔مَیں نے دروازہ بند کردیا۔آپؑ نے تقریر روک کر مجھے کہا اندر دروازے پر دستک دو اور اس سائل کو اندر سے کچھ دلواؤ اور فرمایا کہ ایسا کرنا اچھا نہیں کہ سائل کے سوال پر دروازہ بند کردو۔

شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں کہ میں ۱۸۹۲ء سے قادیان آتا تھا اور ۱۸۹۸ء سے مستقل طور پر حضرت کی خدمت میں آگیا۔میرے سامنے اکثر لوگوں نے سوال کیا۔مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے سائل کو تانبے کا سکہ یعنی پیسہ دیا۔آپ ہمیشہ چاندی کا سکہ دیتے تھے یعنی زیادہ پیسے دیتے تھے۔

ایک فقیر نے ایک مرتبہ حضرت صاحبؑ سے خلوت میں آکر سوال کیا کہ مَیں جنگل میں ایک کنواں لگوانا چاہتا ہوں۔ وہاں مسافروں کو آرام ملے گا اور وہ پانی پئیں گے۔حضرت صاحبؑ نے اس کو اس غرض کے لیے ۲۰۰/روپیہ دے دیا کہ لوگوں کی خدمت کے لیے تم یہ کام کررہے ہو مَیں پیسے دیتا ہوں۔پس خدمت خلق کا نا صرف حکم دیا بلکہ عملی نمونہ بن کے دکھایا۔

حضرت عبدالسمیع صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میاں شریف احمد صاحبؓ کا عقیقہ تھا اور مہمان خانے میں سب مہمان کھانا کھا رہے تھے کہ ایک فقیر مہمان خانے کے اندر مانگنے کے لیے آگیا ہے۔لوگ اس کو نکالنے لگے تو حضورؑ نے فقیر کو خود کھانا پکڑایا اور لوگوں کو فقیر کے جھڑکنے سے منع کیا کہ کھانا کھانے آیا ہے، جھڑکنا نہیں۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ ایک مولوی قادیان آیا اور حضورؑ سے بحث کرنے لگا۔وفات وحیات عیسیٰ علیہ السلام پر گفتگو تھی۔حضورؑ نے اسے جواب دینا شروع کیا تو وہ خاموش ہوگیا۔آپؑ نے جب اس کو سمجھایا اور پوچھا کہ سمجھ گئے ہو تو اس نے انتہائی دریدہ دہنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ دجال ہیں۔(نعوذ باللہ) کیونکہ دجال کی صفت ہے کہ وہ بحث میں دوسروں کو لاجواب کردے گا۔آپؑ نے پھر کچھ نہیں فرمایا اور وہ چلا گیا۔امرتسر جا کر اس نے ایک اشتہار چھپوایا اور یہ واقعہ بیان کرکے کہا کہ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو میں نے ایک رقعہ بھیجا کہ میں ضرورت مند ہوں اور میرے ساتھ کچھ حسن سلوک فرمائیں۔آپ نے فوراً ۱۵/روپے بھیج دیے۔آپ بہت سخی ہیں۔

حضرت قاضی عبدالغفور صاحبؓ بیان کرتے ہیں ۱۹۰۶ء میں مَیں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ راولپنڈی سے قادیان

گیا۔ حضورؑ مسجد کی سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔ ایک شخص حکیم شاہ نواز نے حضور کو ایک تھیلی میں ۱۷/ پاؤنڈ بطور نذرانہ دیے۔ حضورؑ نے تھیلی لے کر جیب میں ڈال لی۔ نیچے ایک سائل کھڑا تھا۔ اس نے سوال کر دیا۔ حضورؑ نے وہی تھیلی جیب سے نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دی۔ حکیم صاحب نے عرض کیا کہ حضور! اس میں ۱۷/ پاؤنڈ تھے۔ فرمایا یہ اس کے تھے اسی کو پہنچ گئے۔ یہ اُس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔ حضرت ام المومنینؓ سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے روایت بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ مجھ سے والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ حضرت صاحب بہت صدقہ دیا کرتے تھے اور عموماً ایسا خفیہ دیتے کہ ہمیں بھی پتہ نہیں لگتا تھا۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ کتنا صدقہ دیا کرتے تھے؟ تو والدہ صاحبہ نے فرمایا بہت دیا کرتے تھے اور آخری ایام میں جتنا روپے آتا تھا اس کا دسواں حصہ صدقہ کے لیے الگ کر لیتے۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ دسویں حصے سے زیادہ نہیں دیتے تھے بلکہ بعض اوقات اخراجات ضرورت سے زائد ہو جاتے اور صدقے میں کوتاہی نہ ہو جائے اس لیے پہلے ہی کم از کم دسواں حصہ الگ کر لیتے تا کہ وہ روپیہ کسی اَور مَصرف میں نہ آجائے۔ صدقہ دینے میں احمدی غیر احمدی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے۔ آپؑ کی عادت تھی سوالی کو کبھی ردّ نہ کرتے۔ یہ بھی آپ کی عادت میں تھا کہ سوال کی باریک در باریک صورتوں کو بھی خوب سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپؑ کو ایک خوبصورت ٹوپی بھیجی۔ جب یہ پارسل حضرت کی خدمت میں پہنچا تو اتفاق سے ایک ہندو بھی تھا۔ آپؑ نے پارسل کو کھولا تو ٹوپی نکلی۔ اس ہندو نے اس کی بہت تعریف کی۔ آپ نے وہ ٹوپی اسی کو دے دی۔

ایک احمدی سرفراز خان نے بیان کیا کہ ہم جلسے پر آئے اور حضور کو کسی نے گھوڑی دی تو میرے دل میں آیا کہ گھوڑی مجھ کو مل جائے اور میں اس کو لے جاؤں اور کہوں کہ مسیح کی گھوڑی میں لے آیا ہوں۔ جلسے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضور! مَیں واپس جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا ٹھہرو۔ چند روز بعد میں نے پھر ایسا ہی کہا تو حضور نے فرمایا کہ چودھری صاحب! یہ گھوڑی لے جاؤ۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور! اس گھوڑی کی قیمت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا اس کو گھاس اور دانہ ڈالو اور اس پر چڑھو اس کی یہی قیمت ہے۔

آخر میں حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اخلاق کا حامل بنائے جن کے پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آپؑ کو بھیجا تھا۔

★...★...★

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ نَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَذْکُرْکُمْ وَ ادْعُوْہُ یَسْتَجِبْ لَکُمْ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ۔